پر کھجور کے درخت کی زندگی کا انحصار ہوتا ہے۔ یہ نباتاتی زندگی کے ارتقاء کا بلند ترین مقام ہے جس کے بعد حیوانی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ حیوانی زندگی کی طرف پہلا قدم زمین میں گڑ جانے سے آزادی ہے، جو آزادیٔ حرکت کا پیش خیمہ ہے۔ یہ حیوانی زندگی کا اوّلین درجہ ہے، جس میں چھُونے کی حس سب سے پہلے اور دیکھنے کی قوّت سب سے آخر میں نمودار ہوتی ہے۔ حسوں کے ارتقاء سے حیوان حرکت کی آزادی حاصل کرتا ہے۔ جیساکہ کیڑوں مکوڑوں، رینگنے والے جانوروں، چیونٹیوں اور شہد کی مکھیوں کی صُورت میں ہوتا ہے۔ چوپایوں کی حیوانی زندگی گھوڑے میں اور پرندوں کی حیوانی زندگی ان میں اپنے کمال پر پہنچتی ہے اور آخر کار بندر میں جو ارتقاء کی سیڑھی پر حضرت انسان سے صرف ایک قدم پیچھے ہے، انسانیت کی سرحدوں تک جا پہنچتی ہے بعد کا ارتقاء ایسے حیاتیاتی تغیّرات پیدا کرتا ہے جس کے نتیجہ کے طور پر عقلی اور روحانی قوتیں بڑھتی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ انسانیت بربریّت سے نکل کر تہذیب کے میدان میں قدم رکھ لیتی ہے۔"

"اس طرح سے اسلامی فکر کے تمام خطوط کائنات کے حرکی یا ارتقائی تصوّر پر مرتکز ہو جاتے ہیں۔ اس نظریہ کو ابنِ مسکویہ کے اس تصوّر سے کہ زندگی ایک ارتقائی حرکت ہے اور ابنِ خلدون کے نظریّہ تاریخ سے اور تقویت ملتی ہے۔"

قصّہ آدم کی تشریح

قرآن حکیم میں آدم کا قصّہ لفظاً جس طرح سے بیان کیا گیا ہے اس کا ایک حصّہ یہ ہے کہ آدم کو خدا نے مٹی سے بنایا اور فرشتوں کو کہا کہ جب میں اسے بنا سنوار کر مکمل کر لوں اور اپنی روح اس میں پھونک دُوں تو تم اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا۔ آدم کو جنّت میں آزادی سے رہنے کی اجازت دی گئی، لیکن ایک خاص درخت کا پھل کھانے سے منع کر دیا گیا۔ آخر کار جنّت میں آدم نے خدا کی نافرمانی کی اور شجرِ ممنوعہ کا پھل کھا لیا۔ لہٰذا اللہ تعالےٰ نے آدم اور اس کی بیوی حوّا کو سزا کے طور پر جنّت سے

© rasailojaraid.c

نکال کر زمین پر ڈال دیا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر زمین پر انسان کا ظہور ایک نہایت ہی طویل تدریجی اور تربیتی عمل سے ہوا ہے جیسا کہ نظریۂ ارتقاء کی رُو سے تسلیم کرنا ضروری ہے تو پھر قرآنی قصۂ آدم کی جو بظاہر زمین پر انسان کے اوّلین ظہور سے تعلّق رکھتا ہے توجیہہ کیا ہے؟ لہٰذا اقبال قصۂ آدم کے متعلق لکھتا ہے:

"اس قصہ میں قرآن پُرانے استعارات کو کسی حد تک قائم رکھتا ہے لیکن قصہ کے معتد بہ حصہ کو بدل دیا گیا ہے تاکہ اس کو بالکل نئے معنی پہنا دیئے جائیں قصوں کو نئے معنی پہنانے اور ان کو زمانہ کی ترقی یافتہ روح کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کے لیے کلّی یا جزوی طور پر بدلنے کا قرآنی دستور ایک نہایت ہی اہم نکتہ ہے جسے اسلام کا مطالعہ کرنے والے مسلموں اور غیر مسلموں نے تقریباً ہمیشہ ہی نظر انداز کیا ہے ان قصوں کو بیان کرنے سے قرآن کا مقصد شاذ ہی تاریخی ہوتا ہے بلکہ اس کا مقصد قریباً ہمیشہ ہی یہ ہوتا ہے کہ ان کو ایک ہمہ گیر اخلاقیاتی یا حکمیاتی مطلب پہنایا جائے اور قرآن اس مقصد کو اس طرح سے حاصل کرتا ہے کہ ایسے افراد یا مقامات کا نام حذف کر دیتا ہے جو کہانی کو ایک مخصوص تاریخی واقعہ کا رنگ دے کر اس کے معنی کو محدود کر دینے کا امکان رکھتے ہوں۔ اور نیز ان تفصیلات کو بھی حذف کر دیتا ہے جو بظاہر احساسات کی ایک مختلف سطح سے تعلّق رکھتی ہوں قصّوں کا اس قسم کا استعمال کوئی نئی بات نہیں، غیر مذہبی لٹریچر میں یہ عام ہے۔ اس کی مثال فاوسٹ (FAUST) کی کہانی ہے جسے گیٹے (GAETTE) کی عبقریت نے ایک بالکل ہی نیا مطلب پہنا دیا ہے۔"

اس کے بعد اقبال ہبوطِ آدم کے قصہ پر مفصّل بحث کرتا ہے اور بحث کے بعد ذیل کے نتیجہ پر پہنچتا ہے۔

"اس طرح سے یہ بات آشکار ہو جاتی ہے کہ ہبوطِ آدم کا قرآنی قصہ اس کرۂ ارض پر انسان کے اوّلین ظہور سے کوئی تعلّق نہیں رکھتا۔ اس کے برعکس اس کا مطلب یہ بتانا ہے کہ کس طرح سے انسان ایک ابتدائی حالت سے جو جبلّتی خواہشات

© rasailojaraid.com

کے زیرِ فرمان ہوتی ہے ترقی کر کے اس حالت میں قدم رکھتا ہے جہاں اُسے ایک ایسی آزاد شخصیّت کی شعوری ملکیت حاصل ہوتی ہے جو شک اور نافرمانی بھی کر سکتی ہے۔ ہبوطِ آدم کا مطلب کوئی اخلاقی گراوٹ نہیں بلکہ وہ انسان کا معمولی شعور کی حالت سے گزرنے کے بعد خود شعوری کی اوّلین جھلک کا دکھنا ہے۔ اور پابندِ قدرت اور مجبور زندگی کے خواب سے بیدار ہونے کے بعد خود اپنی ذات کے اندر افعال اور واقعات کے علل و اسباب کی دھڑکن کو محسوس کرنا ہے۔"

انسانی تخلیق کی خصوصیات

جیسا کہ ہم اوپر دیکھ چکے ہیں اقبال کا خیال یہ ہے کہ اگر انسان اپنی خودی کے اوصاف و خواص پر نگاہ ڈالے تو وہ "اسرارِ ازل" یعنی تخلیقِ کائنات کے اسرار و رموز کو جان سکتا ہے ع

اسرارِ ازل جوئی بر خود نظرے واکن

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم انسانی تخلیق کی خصوصیات کا مشاہدہ اور مطالعہ کریں تو ان کی روشنی میں ہم خدا کی تخلیق اور کائنات کے عملِ ارتقاء کی خصوصیات کو بھی سمجھ سکتے ہیں۔ جب کوئی کمہار پانی میں گوندھی ہوئی چکنی مٹی کی پچونڈی کو اپنے گھومتے ہوئے چاک پر رکھ کر ہمارے سامنے اپنے ہاتھوں سے مٹی کا ایک برتن بناتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی تخلیقی فعلیت ذیل کے خواص کو ظاہر کرتی ہے۔

۱۔ برتن کی تخلیق کی ایک ابتدا ہے اور ایک انتہا۔

۲۔ برتن اپنی ابتدا سے لے کر اپنی انتہا تک متواتر اپنے کمال کی طرف آگے بڑھتا ہے اور ابتدا اور انتہا کے درمیان بہت سے ضمنی مرحلوں سے گزرتا ہے۔

۳۔ اپنی ابتدا سے لے کر انتہا تک برتن کی پیہم ترقی کا باعث کمہار کا ایک واحد مقصد یا نصب العین ہے جس کی وجہ سے اُس کی تخلیق ایک واحد، غیر منقسم اور مسلسل فعل بن جاتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ برتن کی ہر حالت اس کی گزشتہ حالت کی ارتقائی تبدیلی سے رونما ہوتی ہے۔

۴۔ برتن کی تخلیق کا مدعا کمہار کے اس نصب العین کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ ایک مکمل اور خوبصورت برتن بنایا جائے۔ لہٰذا اس کا مدعا حسن و کمال کی جستجو ہے۔

۵۔ برتن کے ارتقاء کے ہر مرحلہ پر کمہار کی فعلیت کا مقصد یہ ہے کہ اس کے سارے ماضی کا جو حاصل اس کے سامنے ہے اسے ایک خاص سمت میں بدل دیا جائے تاکہ وہ اس کے نصب العین کے قریب آجائے۔ برتن کے ارتقاء کے کسی مرحلہ پر بھی کمہار کی تخلیقی فعلیت کا مقصد یہ نہیں کہ وہ کوئی نئی چیز پیدا کر دے جو اس کی گزشتہ فعلیت کے نتیجہ کے ساتھ کوئی تعلق نہ رکھتی ہو بلکہ اسے کالعدم کر کے یا نظر انداز کر کے اپنی جگہ بناتی ہو۔

۶۔ اگر برتن اپنے ارتقاء کے کسی مرحلہ پر وہ صورت اختیار نہ کرے جو اس نے کی ہے تو وہ اپنے ارتقاء کے اگلے مرحلہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اس کے ارتقاء کا ہر مرحلہ پچھلے مرحلہ سے پیدا ہوتا ہے اور اس کے ماضی کا ارتقاء اس کے مستقبل کے ارتقاء کی بنیاد بنتا ہے۔ اس کے باوجود اس کا مستقبل اس کے ماضی سے پیدا نہیں ہوتا، بلکہ کمہار کی قوتِ ارادی سے پیدا ہوتا ہے۔

۷۔ کمہار کا مخفی اندرونی مقصد اس کی تخلیق کی آشکار خارجی صورت میں ظہور پاتا ہے اور جوں جوں اس کی تخلیقی فعلیت آگے بڑھتی جاتی ہے اس کا یہ مخفی اندرونی مقصد بھی زیادہ واضح اور آشکار ہوتا جاتا ہے اور کسی نکتہ رس دیکھنے والے کے لیے یہ بتانا زیادہ آسان ہوتا جاتا ہے کہ وہ درحقیقت کیا ہے اور آخر کار خارج میں کس طرح ظہور پذیر ہوگا۔

جدّہ میں

'حکمتِ قرآن' اور 'میثاق' کے قارئین پرچے کی سالانہ خریداری وغیرہ کے سلسلے میں درج ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

افتخار الدین صاحب

منارہ مارکیٹ، حیّ العزیزیہ، جدہ فون: ۶۷۰۲۱۸۰

© rasailojaraid.com

کے زیرِ فرمان ہوتی ہے ترقی کرکے اس حالت میں قدم رکھتا ہے جہاں اُسے ایک ایسی آزاد شخصیّت کی شعوری ملکیّت حاصل ہوتی ہے جو شک اور نافرمانی بھی کر سکتی ہے۔ ہبوطِ آدم کا مطلب کوئی اخلاقی گراوٹ نہیں بلکہ وہ انسان کا معمولی شعور کی حالت سے گزرنے کے بعد خود شعوری کی اوّلین جھلک کا دکھنا ہے۔ اور پابندِ قدرت اور مجبور زندگی کے خواب سے بیدار ہونے کے بعد خود اپنی ذات کے اندر افعال اور واقعات کے علل و اسباب کی دھڑکن کو محسوس کرنا ہے۔"

انسانی تخلیق کی خصُوصیات

© rasailojaraid.com

جیسا کہ ہم اوپر دیکھ چکے ہیں اقبال کا خیال یہ ہے کہ اگر انسان اپنی خودی کے اوصاف و خواص پر نگاہ ڈالے تو وہ "اسرارِ ازل" یعنی تخلیقِ کائنات کے اسرار و رموز کو جان سکتا ہے ؏

اسرارِ ازل جوئی بر خود نظرے وا کن

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم انسانی تخلیق کی خصوصیات کا مشاہدہ اور مطالعہ کریں تو ان کی روشنی میں ہم خدا کی تخلیق اور کائنات کے عملِ ارتقاء کی خصوصیات کو بھی سمجھ سکتے ہیں۔ جب کوئی کمہار پانی میں گوندھی ہوئی چکنی مٹی کی چکونڈی کو اپنے گھومتے ہوئے چاک پر رکھ کر ہمارے سامنے اپنے ہاتھوں سے مٹی کا ایک برتن بناتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی تخلیقی فعلیت ذیل کے خواص کو ظاہر کرتی ہے۔

۱۔ برتن کی تخلیق کی ایک ابتدا ہے اور ایک انتہا۔

۲۔ برتن اپنی ابتدا سے لے کر اپنی انتہا تک متواتر اپنے کمال کی طرف آگے بڑھتا ہے اور ابتدا اور انتہا کے درمیان بہت سے ضمنی مرحلوں سے گزرتا ہے۔

۳۔ اپنی ابتدا سے لے کر انتہا تک برتن کی پیہم ترقّی کا باعث کمہار کا ایک واحد مقصد یا نصب العین ہے جس کی وجہ سے اُس کی تخلیق ایک واحد، غیر منقسم اور مسلسل فعل بن جاتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ برتن کی ہر حالت اس کی گزشتہ حالت کی ارتقائی تبدیلی سے رونما ہوتی ہے۔

© rasailojaraid.com

۴۔ برتن کی تخلیق کا مدّعا کمہار کے اس نصب العین کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ ایک مکمل اور خوبصورت برتن بنایا جائے۔ لہٰذا اس کا مدّعا حسن و کمال کی جستجو ہے۔

۵۔ برتن کے ارتقاء کے ہر مرحلہ پر کمہار کی فعلیت کا مقصد یہ ہے کہ اس کے سارے ماضی کا جو حاصل اس کے سامنے ہے اسے ایک خاص سمت میں بدل دیا جائے تاکہ وہ اس کے نصب العین کے قریب آجائے۔ برتن کے ارتقاء کے کسی مرحلہ پر بھی کمہار کی تخلیقی فعلیت کا مقصد یہ نہیں کہ وہ کوئی نئی چیز پیدا کر دے جو اس کی گزشتہ فعلیت کے نتیجہ کے ساتھ کوئی تعلق نہ رکھتی ہو بلکہ اسے کالعدم کر کے یا نظر انداز کر کے اپنی جگہ بناتی ہو۔

۶۔ اگر برتن اپنے ارتقاء کے کسی مرحلہ پر وہ صورت اختیار نہ کرے جو اس نے کی ہے تو وہ اپنے ارتقاء کے اگلے مرحلہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اس کے ارتقاء کا ہر مرحلہ پچھلے مرحلہ سے پیدا ہوتا ہے اور اس کے ماضی کا ارتقاء اس کے مستقبل کے ارتقاء کی بنیاد بنتا ہے۔ اس کے باوجود اس کا مستقبل اس کے ماضی سے پیدا نہیں ہوتا، بلکہ کمہار کی قوّتِ ارادی سے پیدا ہوتا ہے۔

۷۔ کمہار کا مخفی اندرونی مقصد اس کی تخلیق کی آشکار خارجی صورت میں ظہور پاتا ہے اور جوں جوں اس کی تخلیقی فعلیت آگے بڑھتی جاتی ہے اس کا یہ مخفی اندرونی مقصد بھی زیادہ واضح اور آشکار ہوتا جاتا ہے اور کسی نکتہ رس دیکھنے والے کے لیے یہ بتانا زیادہ آسان ہوتا جاتا ہے کہ وہ درحقیقت کیا ہے اور آخر کار خارج میں کس طرح ظہور پذیر ہو گا۔

© rasailojaraid.com

جدّہ میں

حکمتِ قرآن' اور 'میثاق' کے قارئین پرچے کی سالانہ خریداری وغیرہ کے سلسلے میں درج ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

افتخار الدین صاحب

منارہ مارکیٹ، حیّ العزیزیہ، جدہ فون: ۶۷۰۲۱۸۰

© rasailojaraid.com

لغات و اعرابِ قرآن (۷)

پروفیسر حافظ احمد یار

سورۃ البقرہ (۲)

(ملاحظہ: کتاب میں حوالہ کے لیے قطعہ بندی (پیراگرافنگ) کا ایک خاص طریقہ اختیار کیا گیا ہے جس کی وضاحت مقدمہ (حکمت قرآن فروری ۸۹ء) میں کردی گئی تھی۔ جن حضرات کی نظر سے وہ شمارہ نہیں گزرا۔ ان کے لیے دوبارہ اس کی وضاحت کی جاتی ہے۔ [قطعہ بندی کے لیے سب سے پہلا دائیں طرف والا ہندسہ سورۃ کا نمبر شمار ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد والا بائیں طرف والا قطعہ نمبر (جو اس سورۃ میں سے زیر مطالعہ ہے) کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد تیسرا نمبر بحث اللغہ کے لیے ۱، البحث الاعراب کے لیے ۲، الرسم کے لیے ۳ اور الضبط کے لیے ۴ لکھا گیا ہے مثلاً ۱:۳:۲ کا مطلب ہے سورۃ الفاتحہ کے تیسرے قطعہ میں بحث الاعراب]۔

۲:۲ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳﴾

۱:۲:۲ اللغۃ

[الَّذِيْنَ] اسم موصول برائے جمع مذکر ہے جس کا اردو ترجمہ "جو کہ، جنہوں نے کہ، وہ لوگ جو کہ" وغیرہ سے کیا جا سکتا ہے۔ اسماء موصولہ پر سورۃ الفاتحہ آیت نمبر ۷ (۱:۶:۱) میں بات ہو چکی ہے۔ یا ضرورت ہو تو نحو کی کسی کتاب میں برائے استحضار "اسم موصول" کی بحث دیکھ لیجئے۔

۲:۲:۱ (۱) [يُؤْمِنُوْنَ] کا مادہ "ا م ن" اور وزن "يُفْعِلُوْنَ" ہے۔ یعنی یہ اس مادہ سے بابِ افعال کے فعل مضارع معروف کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے ——

© rasailojaraid.

© rasailojaraid.